12/34
ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ
۶ جنوری ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ، وَحَجِّ الْبَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالشَّیْخَانِ، وَالتِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ایک اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا (احمد، بخاری ومسلم اور ترمذی)

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"، قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قِیْلَ ثُمَّ: مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْمَبْرُوْرُ"، ہُوَ الَّذِیْ لَا یَرْتَکِبُ صَاحِبُہٗ فِیْہِ مَعْصِیَۃً۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے۔ فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا۔ پھر کون سا؟ — فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا۔ کہ اس کے بعد پھر کون سا عمل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حج مبرور ہے (بخاری ومسلم)

"حج مبرور" وہ ہے کہ جس میں اس کے کرنے والے سے کوئی معصیت وغیرہ صادر نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج کرے پھر اس میں نہ تو بے ہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے۔ وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر واپس ہوگا۔ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَہُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور حج مبرور کی جزا (اور اس کا بدلہ) جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: "قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرَی الْجِہَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاہِدُ؟ فَقَالَ: "لٰکِنَّ اَفْضَلَ الْجِہَادِ: حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم جہاد کو تمام اعمال سے افضل پاتے ہیں۔ تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے لئے بہترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ اَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن خدا تعالیٰ بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عُمْرَۃٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً" اَوْ حَجَّۃً مَّعِیَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا یہ فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَّا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالےٰ کا اپنے بندوں پر فریضۂ حج ہے اور میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں لازم ہوا ہے اور وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حج کیا گیا۔ مجھ کو ساتھ لے کر حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اور میں اس وقت سات سال کا تھا۔ (اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے)

خط وکتابت کرتے وقت اپنا پتہ صحیح اور خوش خط لکھا کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۲۴ رمضان المبارک ۶ جنوری ۱۹۶۷ء | شمارہ ۳۴

گورنر کی ہدایات

انگریز نے اپنے دور حکومت میں برصغیر ہندو پاک میں اپنے تربیت یافتہ نمائندوں کی جو جماعت تیار کی تھی۔ ان میں دو خصوصیتیں نمایاں طور پر پیدا کی تھیں۔ اوّلاً یہ کہ وہ استعماری اقتدار کی نمائندگی کرتے ہوئے عوام کو کالانعام بلکہ ان سے بھی کم تر سمجھیں گے۔ اور ثانیاً یہ کہ وہ اپنے سفید آقاؤں کی کاسہ لیسی اور خوشامد کو بمنزلہ فرض خیال کریں گے چنانچہ انگریز کی مستبدانہ و ظالمانہ حکومت کے دوران ہمارے ہی وہ بھائی بند جو انگریزی تعلیم پاکر حکومت سے مقتدر مناصب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے اور اعلیٰ سرکاری ملازم کہلاتے تھے اپنی متذکرہ بالا دو خصوصیتوں کا مظاہرہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر انہوں نے جو طرزِ عمل اپنے ہم قوموں کے ساتھ روا رکھا۔ ان کی تفصیل پیش کرنے کا یہ موقع نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے البتہ اس حقیقت سے ملک کے بالغ نظر لوگ بے خبر نہیں کہ انگریز برصغیر ہندو پاک سے بادلِ ناخواستہ نکلتے وقت اپنے انہی پٹھوؤں اور کاسہ لیسوں کی ایک کثیر جماعت چھوڑ گیا تاکہ یہ گروہ اپنے ہم وطنوں کو مستعمرانہ و مستبدانہ حکومت کی یاد دلاتا رہے۔ اور انگریز کے "احسانات" کا قلادہ کسی نہ کسی طرح عوام و خواص کی گردنوں میں پڑا رہے۔ مگر مسلمان اپنی فطرت، ضمیر۔ اور مزاج کے اعتبار سے دیگر اقوام سے قطعاً مختلف واقع ہوا ہے ہندو جس مفاد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اصولوں تک کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے مسلمان کے لئے ایسے مفاد کا تصور بھی حرام ہے اسی لئے حصولِ آزادی کے بعد اگرچہ نوکر شاہی کے پنپنے کا کوئی موقع و محل نہ رہا تھا۔ نہ ہی اس کا کوئی جواز تھا۔ پھر بھی ہمارے اکثر انگریز پرست حکام اپنی روایتی و موروثی خصوصیتوں کی بنا پہ عوام کو مجبور و حقیر اور اپنا ذاتی نوکر سمجھتے رہے عوام سے انسانیت کی بنا پر کسی قسم کا ربط رکھنا اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنا ایک "گناہ" خیال کرتے رہے حالانکہ وہ جانتے تھے۔ کہ مطالبہ پاکستان کی پشت پر ۱۰ کروڑ عوام کی قوت کار فرما تھی۔ جو پاکستان کو دنیا کے نقشے پر ابھارنے میں کامیاب ہوئی ظاہر ہے کہ اگر عوامی قوت اپنا اعجاز نہ دکھاتی۔ تو پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

بہر حال یہ افسوسناک صورتحال پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہی۔ اور عوامی احتجاج و شکایات کے باوجود اب تک جاری ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ حکامِ اعلیٰ میں ایسے فرض شناس اور ہمدردِ انسانیت لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہیں عوامی مشکلات اور ان کے حل کا پورا پورا احساس ہے اور عوامی شکایات کو جلد از جلد رفع کرکے انہیں مطمئن کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔

اس امید افزا اور ہمت آفریں طرز عمل کی واضح مثال مغربی پاکستان کے گورنر جناب محمد موسیٰ کی وہ ہدایات ہیں۔ جو موصوف نے ایک سرکلر کی صورت میں صوبے بھر کے ڈویژنل کمشنروں اور محکموں کے سربراہوں کو جاری فرمائی ہیں۔ ان ہدایات میں موصوف نے عام لوگوں کی شکایات کا ہمدردی سے ازالہ کرنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے میں ہر ممکن امداد کرنے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ افسروں کو بطورِ خاص اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ ان کے ماتحت اہل کار عام لوگوں سے شرافت و احترام کے ساتھ پیش آئیں اور یہ کہ افسر اور ان کے ماتحت اہل کار ہرگز اس امر کے مجاز نہیں کہ وہ شریف لوگوں کے ساتھ ناروا سلوک کریں۔

ان ہدایات کے پس پردہ گورنر صاحب کا پورا خلوص اور عزم جھلک رہا ہے۔ اور یہ ہدایات اس بات کی بھی غمازی کر رہی ہیں کہ بعض مقامات پر ان لوگوں کے ساتھ نامناسب سلوک روا رکھا گیا۔ جو حصول انصاف کی امید پر اپنی فریاد لے کر اعلیٰ حکام کے پاس گئے تھے۔ ماتحت اہلکاروں کا عوام کے ساتھ یہ طرز عمل انتہائی قابل مذمت اور تادیبی کاروائی کا مستحق ہے۔ اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا دفتری نظام کس حد تک انصاف و دیانت اور ضبط و تنظیم کے تقاضے پورے کر رہا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صورت کوئی آج کی پیداوار نہیں۔ بلکہ پاکستان بننے کے فوراً بعد ہی ابھرنی شروع ہو

باقی صفحہ ۱۸ پر

ارشاداتِ عالیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

رجوع الی اللہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہمیں دنیا میں کام کے لئے بھجوایا ہے۔ اور وہ کام قرآنِ حکیم کی زبان میں انابت الی اللہ ہے جس کے معنی ہیں رجوع الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنا) قرآنِ حکیم میں آتا ہے وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۲۴ یعنی رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔

اور وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (۳۹: ۱۷) یعنی اللہ کی طرف جھکتے رہیں۔ وہ عالم وحدت تھا یہ عالم کثرت ہے۔ وہاں صرف ایک اللہ تھا اور کسی سے تعلق نہ تھا۔ نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی نہ بیوی نہ بچے نہ رشتے دار۔ یہاں یہ سب ہیں اور ان سب سے تعلقات نباہنے پڑتے ہیں۔ تو اس کثرت میں رہتے ہوئے ایک اللہ سے تعلق جوڑیں ان سب سے تعلق عارضی ہو اور اللہ سے تعلق حقیقی ہو یہی انسان کا امتحان ہے کہ کثرت میں رہتے ہوئے وحدت کو نہ بھولیں۔ روح جب عالم ارواح میں تھی تو فقط ایک اللہ سے تعلق تھا جب ماں کے پیٹ میں جسم مکمل ہو گیا تو روح کو اس جسم میں ڈالا گیا۔ گویا روح کو جسم کے پنجرے میں قید کیا گیا۔ اب پیدا ہونے کے بعد تعلقات بھی پیدا ہو گئے۔ ان تعلقات میں پھنس کر پھر اللہ کو بھولنے نہ پائیں اور اس ایک سے تعلق قائم رہے، یہی تو کمال ہے۔ ؎

در میانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

وہ عالم نورانی تھا۔ یہ عالم ظلمانی ہے۔ وہاں محض نور تھا۔ یہاں نور و ظلمت مخلوط ہیں۔ وہاں محض خیر تھا۔ یہاں خیر و شر جمع ہیں۔ وہاں محض حق تھا۔ یہاں حق و باطل ملے ہوئے ہیں۔ وہاں سب نیک تھے۔ کوئی ڈاکو، چور، زانی، ظالم، بے حیا نہیں تھا۔ یہاں بکثرت ایسے ہیں۔ ڈاکوؤں میں رہتے ہوئے ایمان بچانا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلق باللہ کا موتی دیا ہوا ہے۔ اس موتی کو لوٹنے والے بکثرت ڈاکو اور چور یہاں موجود ہیں۔ ان سے اس موتی کو بچا کر لے جانا ہے۔ اس کی تدبیر فقط یہ ہے کہ اہلِ خیر کی صحبت میں زندگی بسر کی جائے اللہ والوں کے دامن سے وابستہ رہیں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (۱۸: ۲۸) یعنی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رکھو جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

اس طرح یہ موتی بچ جائے گا۔ ورنہ ڈاکوؤں کی صحبت میں رہنے سے کبھی نہیں بچ سکے گا۔ جیسے شکاری شکار کرتا ہے۔ ع

مرغے چو چید دانہ گرفتار دام شد

اسی طرح یہ بھائی بند اپنی محبت کے دام میں پھنسا کر اللہ سے قطع تعلق کروانا چاہتے ہیں۔

نماز بھی انابت الی اللہ ہے۔ روزہ زکوٰۃ، حج سب انابت الی اللہ ہیں۔ ان کا اسی لئے حکم دیا گیا ہے۔ کہ انسان اللہ کو یاد رکھے۔ ایسے لوگوں کے لئے بشارت ہے کہ وہ جنّت میں جائیں گے۔

۱۱ جنوری ۱۹۵۱ء جمعرات

بچاؤ کی تدبیر

آپ کو معلوم ہے جب آندھی چلتی ہے تو گرد کپڑوں پر بھی پڑتی ہے۔ منہ پر بھی پڑتی ہے۔ آنکھوں میں بھی پڑتی ہے۔ سر پر بھی پڑتی ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیر فقط یہ ہے کہ کسی مکان میں بند ہو کر بیٹھ جائیں۔ پھر پتہ نہیں لگے گا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ اندر آرام سے بیٹھیں گے۔ اسی طرح آج غفلت کی —— یہ تو نرم لفظ ہے —— بے ایمانی، بے حیائی، بد معاشی، فریب کاری، بدکاری اور دین کے نقطۂ نگاہ سے کفر، شرک، بدعت کی آندھی چل رہی ہے۔ آزادی مل گئی ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے مادر پدر آزاد تو انگریز نے بنا دیا تھا اب خدا و رسول سے بھی آزاد ہو گئے ہیں۔ جدھر دیکھو بد دیانتی، ظلم اور تشدّد کا زور ہے۔ شراب خوری زنا، حرام خوری، مکاری ہو رہی ہے۔ ایسی حالت سے آدمی کیسے بچ سکتا ہے۔ ملازمت پیشہ سے کہتا ہوں۔ کہ آپ کو مجبوراً دفتر جانا پڑتا ہے۔ دفتر جائیں۔ لیکن دفتر سے سیدھے گھر آئیں۔ دکانداروں سے کہتا ہوں۔ کہ دکانوں پر جائیں۔ جتنا وقت بیٹھنا ہے بیٹھیں اور وہاں بھی ذکر کرتے رہیں اور پھر گھر آجائیں۔ جیسے۔ آندھی چل رہی ہو۔ اور گھر میں ماچس نہ ہو۔ تو ماچس خریدنے کے لئے بازار جائیں گے دوڑے دوڑے جائیں گے۔

خطبۂ جمعہ　۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ بمطابق ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۶ء

ظاہری اسباب سے بے نیاز ہوکر اپنی تمام قوت اسلام کی سربلندی پر لگا دیجئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:-

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۲۳ تا ۱۲۷)

ترجمہ:- اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو۔ جب تو مسلمانوں کو کہتا تھا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کے لئے تین ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے بھیجے۔ بلکہ اگر تم صبر کرو پرہیز گاری کرو اور وہ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے نشاندار گھوڑوں پر مدد کے لئے بھیجے گا۔ اور اس چیز کو اللہ نے تمہاری خوشی کے لئے کیا ہے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے تاکہ بعض کافروں کو ہلاک کرے یا انہیں ذلیل کرے پھر وہ ناکام ہو کر لوٹ جائیں۔

بزرگانِ محترم! آج سترہ رمضان المبارک اور جمعہ کا دن ہے اور یہ دن ہمارے اندر غزوہ بدر کی یاد تازہ کرتا ہے۔

۲ھ میں ۱۳۸۴ سال پہلے آج ہی کے دن حق و باطل کا پہلا معرکہ ہوا اور مسلمانوں نے اپنے آقا و مولا ہادیٔ اکرم جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بدر کے مقام پر کفر و طاغوت کی طاقت کو ذلت آمیز شکست دی۔ حق، فتح مبین اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوا اور کفر و شرک ذلت و نامرادی اور عبرتناک ہزیمت سے دو چار ہوئے اس امت کا فرعون ابوجہل اسی جنگ میں غفراء کے دو کم عمر مجاہدوں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھے جاں نثاروں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترا اور اپنے انجام بد کو پہنچا۔

چنانچہ تاریخ میں اس دن کی بڑی اہمیت ہے، اسے "یوم فرقان" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور یہ رہتی دنیا تک اُمت مسلمہ کو درس حیات دیتا رہے گا قرآن عزیز کی مذکورہ بالا آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے۔ جوان، بوڑھے اور چھوٹے بڑے ملاکر ۳۱۳ مجاہدین تھے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ اور جن کے پاس تھے اُن میں سے بعض کے نیزے ٹوٹے ہوئے اور تلواریں شکستہ تھیں اور چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں ہی سے جہاد کرنے چل پڑے تھے۔ ساری فوج کے پاس صرف ۷۰ اُونٹ اور دو گھوڑے تھے اور اسلام کے ان جانبازوں میں ایسے نوعمر بھی شریک تھے جو اپنے قد اور عمر کے اعتبار سے جنگ کے قابل نہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں مگر ان کے اشتیاق، جذبۂ جان نثاری اور والہانہ شوق کو دیکھ کر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن قدرت خدا کی انہیں ننھے منے مجاہدوں نے ابوجہل کو واصلِ جہنّم کیا اور کافروں کے دلوں پہ اسلام کی عظمت کا سکہ جما دیا۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کا لشکر ایک ہزار قریش پر مشتمل تھا اور ان کی کمان عرب کے نامور اور تجربہ کار سرداروں کے ہاتھ میں تھی فوج میں سے بیشتر سوار تھے، تین سو زرہ پوش تھے اور سارا لشکر ہر طرح کے جنگی سازو سامان سے لیس تھا چنانچہ اپنی طاقت کے نشے میں چور ابوجہل بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ آیا تھا تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائل عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے

ابوجہل کا دعویٰ

ابو جہل نے ابو سفیان سے دورانِ سفر ایک مقام پر فاخرانہ اور متکبّرانہ انداز میں کہا تھا کہ اب وہ صرف اسی صورت میں مکّہ واپس ہو سکتا ہے کہ جب وہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر طرب و نشاط

منعقد کرے گا لے والیاں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں اور شرابیں اڑائی جائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کر کے قبائل عرب کی ضیافت کا انتظام کر لیا جائے تاکہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کے لئے ہماری یادگار رہے مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکیں۔

خدا کا فیصلہ لیکن اس بدبخت ازلی کو کیا خبر تھی کہ جو منصوبے وہ باندھ رہا ہے اور جو تجویزیں وہ سوچ رہا ہے وہ سب مالک الملک کے اختیار میں ہیں۔ سب خدا وند قدوس کا قابو ہے اور یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ کوئی تدبیر چلنے دے یا نہ چلنے دے یا سارے منصوبے اور تدابیر کو مشرکین اور فرعون اُمت اور ابو جہل پر اُلٹ دے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بدر کے پانی اور شراب کی جگہ ابو جہل اور اُس کے انہتر ساتھیوں کو موت کا پیالہ پینا پڑا اور باقی فوج کو ذلّت و رسوائی اور شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ محفل سرود و نشاط تو وہ بدبخت اور شقی القلب منعقد نہ کر سکے البتہ نوحہ و ماتم کی صفیں ضرور بدر سے مکّہ تک بچھ گئیں جو مال و تفاخر و نمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے مسلمانوں کا لقمۂ غنیمت بنا ایمان و توحید کے غلبے کا دائمی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے قطعۂ زمین میں ملل و اقوام کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا۔

فرشتوں کی امداد حق تعالیٰ سبحانہٗ نے فرشتوں سے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم نے صبر و استقلال سے کام لیا، تقوے اختیار کیا اور تم نافرمانی سے بچے رہے اور کافروں کی فوج تم پر ایک دم ٹوٹ پڑی تو تمہاری امداد کے لئے اُن سے سہ گنا بلکہ پانچ گنا فرشتے بھیج دیئے جائیں گے جو خاص نشاندار گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔ بس اگر کافروں کو کہیں اور سے مدد بھی مل جائے، تو تمہیں تشویش نہ ہونی چاہیئے اللہ تعالےٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی صورت میں مدد اس لئے پہنچی اور تمام غیبی سامان اس لئے مہیّا کئے گئے کہ مسلمانوں کے دلوں سے تشویش اور خوف دور ہو جائے اور انہیں سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد ایسی چیزوں کی محتاج نہیں۔ نہ اسباب کی پابند ہے۔ وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قوّت سے کام لے کر تمام کام بنا دے یا جنگ کے بغیر ہی کفّار کو ذلیل و رسوا کر دے۔ فرشتے جو امداد پہنچاتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست ہے۔ وہ بڑی حکمت والا ہے اور اچھی طرح جانتا ہے کہ کس قسم کے اسباب سے کام لینا مناسب ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا ہمارے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہو تو نتیجہ ظاہری اسباب کے بغیر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ جنگ بدر میں فرشتوں کی امداد کا وعدہ سبق دیتا ہے کہ ظاہری اسباب کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بھروسہ کریں۔ غرض آیاتِ مذکورہ بالا میں یہ درس حیات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ابتدائی بے بسی کے زمانہ میں حق کو اس طرح فتح دے سکتا ہے تو آج کے کروڑوں مسلمان کیوں شکستہ خاطر اور دلگیر

تذکار شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ

اس کے بعد دوسرے خط میں پھر ایک خواب کا ذکر فرماتے ہیں " آج رات سحور کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ دونوں حضرات والدین الماجدین سفر مبارک حرمین الشریفین برائے ادائے مناسک عمرہ تشریف لائے - ہیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جانؒ اپنی خدمت کے لئے اپنے ساتھ اس مرتبہ نہ مولوی انور سلمہ کو ساتھ لائے ہیں اور نہ مولوی حمید اللہ سلمہ، کو - بلکہ ان دونوں کی بجائے ہماری مرحوم و مغفورہ ہمشیرہ فاطمہ بی بی کو ساتھ لائے ہیں اور خواب میں میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کا تو وصال ہو چکا ہے اور وہ خود بھی فرما رہے ہیں کہ میں دوبارہ اس حدیث کا مطلب تم کو سمجھانے کے لئے آیا ہوں -

من کلام حضرت سیدالمرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک طویل حدیث پہلے پڑھی - اس کے بعد اس کا ترجمہ کیا اور پھر بڑی طویل شرح بیان فرمائی - بہت لوگوں کا مجمع ہے - سب لوگ بہت محظوظ ہو رہے ہیں اور ماشاء اللہ طبیعت میں ایسا شرح صدر اور سرور و نشاط ہے کہ حیرت ہو رہی ہے گھر میں تشریف لائے ہیں تو ہر کام اپنے ہاتھ سے خود کر رہے ہیں - میں نہایت ہی اصرار سے کہتا ہوں - ابّا جی! آپ چھوڑ دیں یہ کام میں کرتا ہوں - میری بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور خوب جوانی کی سی ہمت اور مستعدی سے ہر کام میں خود بخود مشغول ہیں خواب میں ہی میرے دل کو اس قدر خوشی اور فرحت ہے کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہ ہی نہیں - اور وہ ہفتوں سے جو دل گھٹا ہوا تھا - دل کی وہ گھٹن یکبارگی دور ہو گئی جیسے کسی سخت پتھر کی چٹان دل سے یکبارگی

ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ فوارہ کی صورت میں بہنے لگے ٹھیک اسی طرح مرے مغموم دل کو خواب میں ان کی زیارت کا شرف حاصل کرکے خوشی ہوئی الحمد للہ علی ذالک! اللہ تبارک و تعالےٰ کو قدرت ہے کہ آپ کی زیارت حرمین الشریفین میں کرا دے - وما ذالک علی اللہ العزیز

تیسرے خط میں جو والدہ مرحومہ کے نامؒ ہے - بدیں الفاظ اپنے مبشرات کا ذکر فرماتے ہیں -

" کل بیس جولائی ۱۹۶۲ء کو نماز جمعہ سے قبل لیٹا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں - لاہور گیا ہوں مجھ کو ایک جگہ دکھائی گئی ہے اور بتانے والے بتا رہے ہیں کہ یہاں پر دریائے سندھ بہتا تھا - اب اس نے اپنا رخ بدل لیا ہے دریا کے رخ بدلنے کی وجہ سے جو زمینیں پہلے آباد تھیں سب بنجر و بیران ہو گئی ہیں کھیتیاں لہلہا کر جل گئیں چمن اجڑ گئے - مجھے خواب ہی میں اس قدر افسوس ہو رہا ہے کہ بہت رو رہا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ جتنے انسانوں، جانوروں، پرندوں، کھیتوں اور باغات کو دریا کا جو نفع پہنچتا تھا - دریا کے رخ بدل لینے کی وجہ سے سب محروم ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ - خواب میں ہی مجھ کو بتایا جا رہا ہے کہ دریائے سندھ سے مراد مرحوم و مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان ہیں جن کی صحبت میں لوگوں کے قلوب کی زمینیں سرسبز و شاداب ہوتی تھیں اور افکار طیبہ اور نیات صالحہ کا بیج بویا جاتا تھا اور اعمال صالحہ اور تقوےٰ کی خوب کاشت ہوتی تھی - اور توفیق میسر آتی تھی اب اس دریا نے اپنا رخ دنیا سے آخرت کی طرف پھیر لیا ہے - خواب میں

جب میرا رنج و غم بہت ہی بڑھ گیا تو میں نے دیکھا کہ بہت بادل آئے ہیں اور خواب کھل کر ابر بہار برسا - اتنی کثرت سے بارش ہوئی کہ دریائے راوی کی طرح پھر پانی چلنے لگا اگرچہ دریائے سندھ کی طرح بہت موجزن نہیں لیکن جو ویرانی اور بے رونقی تھی وہ چلی گئی اور پھر بہار آ گئی اور یہ دریا ٹھیک مسجد لائن سبحان خاں سے بہنا شروع ہوا ہے اور باہر باہر بڑی مسجد کے ساتھ بہتا ہوا چلا جاتا ہے خواب میں ہی مجھ کو بتایا گیا کہ اس دریا سے مراد برادر عزیز مولوی محمدؐ انور سلمہ ہے - اللہ تبارک وتعالیٰ نے احیائے دین کی اس کو نئی توفیق بخشی ہے اور علوم و معارف کا دریا پھر سے جاری ہو گیا ہے اور ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ - چشم بدور، چشم حاسد کور - اللہ کی بارگاہ میں اس کی کوششیں منظور ہیں - اب مجھ کو اس قدر خوشی ہوئی جس کی کوئی حد نہیں رہی - عربی زبان کا محاورہ ہے - اَلسُّرُوْرُ اِذَا اَفْرَطُ اَبْکیٰ (خوشی جو حد سے بڑھ کر ہو جائے وہ انسان کو رلا دیتی ہے) اب میں خوشی سے رونے لگا اور واقعی جب میری آنکھ کھلی میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دیر تک جاری رہے جنہیں کپڑے سے پونچھا - اللہ تعالیٰ نے ہم تینوں بھائیوں میں سے اعلےٰ حضرت قبلہ ابا جانؒ کی مسند پر بیٹھ کر دین کی خدمت کا شرف مولوی محمدؐ انور سلمہ کو بخشا ہے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب اللہ تعالےٰ اپنے لطف و کرم سے استقامت عطا فرمائے اور کسی گناہ کی وجہ سے یہ نعمت چھن نہ جائے -

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب کے ایک اور مکتوب گرامی کے مندرجات ملاحظہ فرمائیے " گذشتہ کل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء حکیم علی احمد صاحب نیرؔ واسطی مجھ کو تلاش کرتے ہوئے میری قیام گاہ پر پہنچے مجھ

سے ذکر کیا کہ میں مشرق و مغرب
کے ممالک کے دورہ پر حکومت
پاکستان کی طرف سے نکلا ہوں
امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک
اور بڑے بڑے شہروں میں
کافی دن ٹھہرا ہوں۔ شام لبنان
بیروت دمشق ہوتا ہوا اب
مدینہ منورہ آیا ہوں یہاں سے
ایران اور عراق کا قصد ہے۔ مجھ
عبدِ حقیر و فقیر سے ملاقات کا خاص
مقصد جو انہوں نے بیان کیا وہ یہ تھا
کہ میں حضرت مولانا مرحوم ابا جانؒ
کے ارادتمندوں میں سے ہوں۔ مجھ کو
ان سے خصوصی نیاز مندی کا شرف
حاصل ہے۔ حضرت مولانا مرحومؒ
کی برکت سے رحمتِ الٰہی کا جو
دروازہ کھلا تھا اس کو کھلا ہی
رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ سدا اس
کو کھلا ہی رکھے۔ میری ذاتی رائے
اور میرے ساتھ اور بھی بہت سے
احباب کرام کی رائے جن میں
لاہور کے بہت سے معززین ہیں
یہ ہے کہ اس وقت لاہور میں
تمہارا ہونا بہت ضروری ہے اور
اس ضرورت کا شدت کے ساتھ
احساس کیا جا رہا ہے۔ لاہور سے
روانگی کے وقت مجھ سے احباب
نے کہا تھا کہ مدینہ منورہ میں
حبیب اللہ کو ہمارا یہ پیغام پہنچا
دیں۔ میں نے ان کی بات کو غور
سے سنا۔ اور مختصر طور پر پہلی ہی
ملاقات و مجلس میں صرف اتنا عرض
کیا کہ جناب حکیم صاحب! یہ
ایک حقیقت ثابتہ ہے جو وجدان
سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ استدلالی چیز
نہیں مجھ کو مدینہ منورہ کے قیام
میں جو روحانی سرور و نشاط۔ جو
قلبی سکون و طمانیت اور عَلٰی حَسْبِ
مَا قَدَّرَ اللّٰہُ لِیَ الْخَیْرَ وَالسَّعَادَۃَ
وَالتَّوْفِیْقَ جو عبادات کی توفیق من
جانب اللہ حاصل ہے۔ دنیا کی سب
نعمتوں کو اس پر قربان کر سکتا ہوں
لیکن اس روحانی سرور و نشاط اور
اس قلبی سکون و طمانیت کو دنیا
کی کسی بھی نعمت پر قربان نہیں
کر سکتا۔ میرے دل کی یہی پیاس
ہے کہ باقی عمر اللہ تبارک و تعالیٰ
حسن ادب پر قائم رکھتے ہوئے
مدینہ منورہ ہی میں قیام کا شرف
بخشے اور اس شرف سے محروم
نہ فرمائے۔ لاہور میں میرے دو
بھائی ہیں ان کے لئے دعائے
خیر کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ
اپنے غیب کے فیض سے ان کی
تائید و نصرت فرمائے۔ اور وہ ابّا
جان کی مسند پر بیٹھ کر رشد و
ہدایت کے اس سلسلہ کو جاری
رکھ سکیں۔ آمین۔ یہ ایک امرِ
واقعہ ہے کہ مجھ عبدِ حقیر پر جو اللہ
کا احسان ہے دنیا کے بڑے بڑے
بادشاہوں اور شہنشاہوں پر اللہ
کا وہ انعام نہیں ہوا۔ ہندوستان
کے جتنے مغل سلاطین گزرے
ہیں، ان میں سے کسی ایک مغل
شہنشاہ کو بھی اس دربار کی
حاضری کا شرف حاصل نہیں ہوا
ان کے قلعے۔ ان کے مقبرے
ان کی جامع مسجدیں دنیا میں ایسی
یادگاریں ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ایرانی
سفیر نے کہا تھا کہ "شاہان ہند
شاہی نمی کنند خدائی می کنند"
آخرت میں ان کے قلعے۔ مقبرے
اور پر شکوہ عمارتیں کام نہیں
آئیں گی۔ اگر یہاں حاضری
کا شرف حاصل ہو جاتا تو وہ
آخرت میں ضرور ان کے کام آتا
حتیٰ کہ جتنے سلاطین آلِ عثمان گذرے
ہیں ان سب خلفاء کو بھی حرمین
الشریفین کی زیارت کا شرف
حاصل نہیں ہوا حالانکہ حرمین الشریفین
ان کی قلمرو میں تھا۔ اور ہمیشہ جمعہ
کے دن امام خطبہ میں آٹھ سو
سال تک یہ پڑھتے رہے ہیں
سُلْطَانُ الْبَرَّیْنِ وَالْبَحْرَیْنِ خَادِمُ
الْحَرَمَیْنِ وَالْقِبْلَتَیْنِ السُّلْطَانُ فُلَانُ
بِنُ فُلَانٍ۔ بیہقی کی روایت میں
ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے
آسمان سے دن کو اور اسیطرح
ستر ہزار فرشتے رات کو روضۂ
اطہر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے
لئے نازل ہوتے ہیں۔ آسمان سے
ملائکہ عظام جس مقام کی تقدیس و
تبریک حاصل کرنے کے لئے نازل
ہوتے ہیں وہاں پر مجھ عبد حقیر و
فقیر مذنب کا قیام میرے لئے اللہ
تعالےٰ کا ایک بہت ہی بے بہا
انعام ہے جس مقامِ مقدّس پر نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر
بسجدہ دعائیں فرمائیں۔ اور تمام حضرات
خلفائے راشدین اور سب صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے
دعائیں کیں اور تمام عالم اسلام کے
صلحاء شرقاً غرباً جہاں پر ہر سال
صدیوں سے جمع ہو کر دعائیں فرماتے
ہیں اس مقامِ مقدس کو قبولیتِ دعا
کے ساتھ خاص مناسبت ہے میں
اس مقام پر خصوصیت کے ساتھ
آپ حضرات، والدین ماجدین کے
لئے اور اپنے خاندان کے سب
افراد کے لئے دن رات بہت بہت
دعائیں بامید قبولیت کرتا رہتا ہوں"

یکم ستمبر ۱۹۶۲ء کو محترمہ و مکرمہ
حضرت اماں جی صاحبہ مرحومہ و
مغفورہ نے حضرت مولانا حبیب اللہ
صاحب کو لکھا کہ آپ کے استخارہ
جات آپ کو ادھر آنے کی اجازت
نہیں دیتے۔ لیکن میں مامتا کو کیسے
دباؤں؟ تو اس کے جواب میں
مندرجہ ذیل خط لکھا" یہ امر واقعہ
ہے کہ میں سولہ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ بمطابق
۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ارضِ مقدس
حجاز میں پہنچا تھا۔ اور مرحوم و
مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابّا جان کا
کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ
بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ یعنی
ان کے انتقال پر ملال سے ٹھیک
چودہ برس قبل۔ چودہ برس سے دو
ماہ کم ہوتے ہیں۔ میں ارضِ مقدس
پہنچ گیا تھا اس چودہ برس کے
عرصہ میں انہوں نے سینکڑوں مرتبہ
آپ کو اللہ تعالےٰ کے اس احسان
عظیم پر شکر کرنے کی تلقین فرمائی
کہ شکر کرو سارے لاہور میں
ایک ماں نہیں جس کے بیٹے کو
اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے
مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث
کی خدمت کی توفیق بخشی ہو بلکہ
پورے پاکستان کا ایک فرد بھی
ایسا نہیں جو عربی زبان میں الحرم
النبوی شریف میں دین کی خدمت
کے شرف سے مشرف ہو۔

پورے پاکستان میں اللہ نے اس شرف سے مجھ عبدِ حقیر و فقیر کو نوازا ہے۔ وہ مرحوم و مغفور بار بار اسی لئے آپ کو تلقین فرماتے تھے کہ اس کی جدائی پر صبر کرنا اور اس صبر سے اللہ سے اجر کی توقع رکھنا۔ صبر کا جو سبق چودہ برس تک انہوں نے آپ کو پڑھایا ابھی ان کے وصال کو ایک سال بھی نہیں گزرا کہ وہ سبق آپ بھول گئیں اگر انسان کی ساری خوشیاں اور مرادیں دنیا میں ہی پوری ہونے لگ جائیں تو وہ دنیا کیا ہوئی وہ تو جنت ہو گئی۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی ہو گی۔

(ا) یا تو محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی ہدایت و مغفرت اور اپنے والدین ماجدین کی مغفرت و نجاتِ آخرت کے لئے المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر دین کی خدمت کریں۔

(ب) یا پھر ان تمام سعادتوں سے محروم ہو کر صرف آپ کی ملاقات کے لئے لاہور آ جاؤں۔ قبلہ ابا جان نے تو پہلی بات اختیار کرنے کی آپ کو چودہ برس تلقین فرمائی۔ اب آپ ان کی روح پُر فتوح کو بھی ناراض کرنا چاہتی ہیں۔ آپ تھوڑا سا صبر فرمائیں۔ صبر پر اللہ نے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کا اجر قیامت کے دن ناپ تول کر ملے گا الا واحد عمل اور وہ صرف صبر کا عمل ہے۔ بے صبری میں آ کر اپنے آپ کو اور ہم کو سعادت دارین کے شرف سے محروم نہ کیجئے۔ مرحوم و مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جانؒ نے چودہ برس تک جس صبر کی آپ کو تلقین فرمائی ہے تمام عمر اس پر قائم رہیں۔ وہ سبق لبقیۃ العمر بھولنے نہ پائے۔

یہاں یہ بات عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے ایک مرتبہ بتایا کہ حضرت اماں جی صاحبہ مرحومہ مغفورہ نے ایک مرتبہ امام مالکؒ کی زندگی پر ایک کتاب کا مطالعہ فرمایا اس میں لکھا تھا کہ حضرت امام مالکؒ کے والد بزرگوار ایک کثیر رقم اشرفیوں کی اپنی زوجہ مکرّمہ کو دے کر ایک طویل عرصہ کے لئے سفر پر تشریف لے گئے اور واپسی پر گھر آ کے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں کہاں خرچ کیں۔ انہوں نے کہا ذرا آپ مسجد نبوی میں دیکھ آئیں کیا ہو رہا ہے تو پھر آپ کو حساب دیتی ہوں وہ ہو کر آئے تو کہا وہاں تو کچھ بھی نہیں ہو رہا ایک شخص قرآن و حدیث کا درس دے رہا ہے۔ انہوں نے کہا وہ آپ کا بیٹا مالکؒ ہے اور اللہ نے اسے امام کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت اماں جی نے یہ واقعہ پڑھا تو اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! تیرے خزانوں میں کمی نہیں اگر تو میرے تین بیٹوں میں سے ایک کو بھی قبول کر لے تو میں امام مالکؒ کی طرح نیکیوں کی حقدار بن جاؤں۔ چنانچہ مولانا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا مندرجہ بالا خط اور ان کا جذبۂ خدمت دین اسی دعا کا نتیجہ ہے

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کا ایک مکتوب گرامی ۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء بنام والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ بھی یہاں درج کرتا ہوں سحور کو خواب میں دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جانؒ کھڑے ہیں۔ اپنے اسی کھدّر کے لباس میں۔ جس لباس کو پہننے کے وہ عادی تھے اور ٹھیک اسی طرح عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور مجھ کو فرما رہے ہیں کہ فلاں جگہ سے جا کر کتابیں لاؤ وہ جگہ کافی فاصلہ پر ہے اور کتابیں بہت زیادہ ہیں کہ کتاب کے اوپر کتاب رکھی جائے تو ایک آدمی کی قامت کے برابر ان کا طول ہو جائے۔ میں خیال کر رہا ہوں کہ میں اکیلا اتنی کتابیں کس طرح اٹھاؤں گا لیکن میں چل پڑا اور خیال کر رہا ہوں کہ یہ کام تو انشاء اللہ العزیز کرنا ہی ہے کوئی تدبیر سوچوں گا لوگوں کا کافی مجمع ہے اور میں لوگوں کو خواب میں کہہ رہا ہوں کہ دیکھئے یہ ہمارے ابا جان کھڑے ہیں۔ ایک سال کے قریب ہوا ہے کہ ان کی وفات ہو گئی تھی اور نماز جنازہ میں ڈیڑھ لاکھ سے لے کر دو لاکھ آدمیوں نے شرکت کی۔ جب ان کو دفن کر چکے تو چند لوگ آئے اور انہوں نے شدید اصرار سے کہا کہ مولانا صاحب کی وفات نہیں ہو گی وہ تو زندہ ہیں۔ گھر کے سب آدمیوں نے کہا کہ ان کی تو وفات ہو گئی اور اتنے مجمع کثیر نے نماز جنازہ پڑھی ہے انہوں نے کہا کہ قبر کھود کر دیکھ لو وہ زندہ ہیں۔ ان کے شدید اصرار پر جب قبر کھودی گئی تو واقعی اس میں سے زندہ باہر تشریف لے آئے اور باہر آ کر اپنی دینی و علمی مشغولیتوں میں مصروف ہو گئے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد درس جاری ہے جس طرح پہلے درس دیا کرتے تھے اور جمعہ کا خطبہ ٹھیک اسی طرح دیتے ہیں۔ جس طرح پہلے دیتے تھے اور رسالہ "خدام الدین" میں باقاعدہ اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح پہلے لکھتے تھے اور میں خواب میں لوگوں کو کہہ رہا ہوں کہ دیکھئے یہ آیۃ من آیاتِ اللہ ہیں وفات کے بعد کفن اور دفن کے بعد پھر سے دوبارہ زندہ ہو گئے اور اپنے تمام دینی وظائف اور اپنی علمی خدمات کو من و عن ادا کر رہے ہیں اور ابھی تک رسالہ "خدام الدین" پر چھپا ہوتا ہے۔ بیاد گارِ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ اور میری زبان مؤید ہے اس کلمہ کی۔ ہمارے ابا جانؒ اور وہ ہم میں یہ زندہ کھڑے ہیں۔ خوب شاداں و فرحاں مسرور یہ آیت من آیات اللہ ہیں اتنے میں آنکھ کھل گئی میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ انشاء اللہ العزیز ان کے صدقات حسنہ جاری ہیں۔ ان کے اعمالِ صالح کا برابر ان کی روح پُر فتوح کو نفع پہنچ رہا ہے اور ان کی روح پر فتوح اپنے پسماندگان سے خوش ہے جو ان کی

باقی صـ۱۴ پر

اطاعتِ والدین

از کشور سلطانہ لاہور

اطاعتِ والدین کے لئے قرآنِ حکیم میں واضح طور پر ارشاداتِ ربانی موجود ہیں۔ جنہیں مشعلِ راہ بنا کر، ان کی روشنی میں منزلِ حق کی تلاش میں سرگرداں رہا جائے تو دینی اور دنیاوی راہ کی تیرگی کے بادل خود بخود چھٹ جاتے ہیں۔ منزل صاف نظر آنے لگتی ہے۔ راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ شوق، طلب، آرزو اور جستجو اتنی بیتاب ہو جاتی ہے کہ منزل کا حصول عین ممکن ہو جاتا ہے اور راہ میں کہیں بھی کسی گام پر بھی اور کسی موڑ پر بھی قدم کے ڈگمگا جانے کا اندیشہ قطعی مفقود ہو جاتا ہے۔

رسولِ خدا نے اطاعتِ والدین کا درجہ نماز کے بعد بلند بتایا ہے اور جہاد کا درجہ اس کے بعد۔ (ریاض الصالحین)

حضرت عبداللہ بن ابی حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسولِ خدا کے حضور میں یوں گویا ہوا کہ ایک نوجوان صحابی نزع کے عالم میں ہیں۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ کلمہ طیبہ پڑھیں تو ان کی قوتِ گویائی سلب ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا" کیا وہ نماز پڑھتے تھے؟ جواب ملا "جی ہاں! وہ باقاعدہ نماز پڑھتے تھے۔ یہ سن کر حضور ان کے ساتھ ہو لئے اور ان صحابی کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضور پاک نے فرمایا کہ "کلمۂ طیبہ پڑھو" انہوں نے عرض کیا "اے رسولِ خدا میں کلمۂ طیبہ ادا نہیں کر سکتا۔" حضورؐ نے وجہ دریافت کی۔ ایک اور صحابی بھی وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ " یہ اپنے والدین کی اطاعت نہ کرتے تھے" آپ نے ارشاد فرمایا" کیا ان کی والدہ ماجدہ ان سے محبت کرتی ہیں؟" لوگوں نے جواب دیا" جی ہاں!" حضورؐ نے ان کی والدہ کو بلوا بھیجا جب وہ آئیں تو حضورؐ نے کہا۔ کیا یہ آپ کا بیٹا ہے" اس عورت نے جواب میں کہا "بے شک" پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر آپ کے بیٹے کو جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے تو کیا آپ اس کی بقائے حیات کے لئے سفارش کریں گی؟" وہ بولی "کیوں نہیں اگر ایسا موقع آ جائے تو میں ضرور سفارش کروں گی" حضورؐ نے فرمایا " اگر ایسا ہی ہے تو اللہ تعالےٰ اور مجھے گواہ جان کر کہہ دیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو مکمل طور پر معاف کیا اور میں اس سے راضی ہوں" وہ بولیں اے خدا میں تجھے اور تیرے رسولؐ کو مشہود و گواہ جان کے کہتی ہوں کہ میں نے اپنے فرزند کو بلاشبہ معاف کیا اور میں اس سے راضی ہوں اس پر حضورؐ نے قریب المرگ صحابی سے فرمایا" اے نوجوان کلمہ پڑھیئے" صحابی نے کلمہ پڑھا اور کلمہ پڑھتے ہی ابدی نیند سو گیا۔ حضورؐ نے پھر ارشاد کیا "خدا کا شکر ہے کہ یہ نوجوان صحابی میرے وسیلے سے اس آگ سے بچ گئے" ان کی تجہیز و تکفین کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ" مہاجرین اور انصار میں سے جس نے بھی اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اسے دکھ پہنچایا تو وہ انسانوں۔ فرشتوں اور اللہ تعالےٰ کے حضور ملعون ٹھہرا اللہ تعالےٰ نہ۔ اس کے فرض قبول کرتا ہے نہ نفلوں کا اجر دیتا ہے اللہ تعالےٰ کی رضا ماں کی رضامندی پہ موقوف ہے اور خدا کا غصہ ماں کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔ (احمد طرانی)

حضرت عمر بن مرہ حسینی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی "اے رسول اللہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ اس کے آخری رسول ہیں۔ میں پنجگانہ نماز پڑھتا ہوں۔ اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا" جو ان پر کاربند ہے وہ نبیوں۔ صدیقوں اور شہدا کے ساتھ قدر و منزلت پائے گا۔ پھر اپنی دونوں انگلیاں جوڑ کر کھڑی کیں اور فرمایا لیکن اطاعت والدین سے منحرف نہ ہونا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ" میرے پاس دولت بھی ہے اور صاحبِ اولاد بھی ہوں لیکن میرا والد میرے مال پر حاجت جتنی رکھتا ہے" حضورؐ نے فرمایا۔

والدین کو حق حاصل ہے کہ بمطابق ضرورت، اولاد کی پونجی سے اپنی ضروریات پورا کریں بعض علمائے دین کا فتوےٰ ہے کہ بیٹے کے مال پر باپ کا حق بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا خود بیٹے کا ہوتا ہے بہر کیف یہ بات خاطر نشین ہے کہ والدین نادار اور مفلس ہوں تو ان کی دوسری امداد کے علاوہ مالی اعانت کرنا بھی اولاد کا فرض ہے۔

والدین کا رشتہ ایک ایسا بندھن ہے جو دوسرے تمام بندھنوں سے زیادہ مضبوط ہے یہاں تک کہ اگر کبھی وجودِ زن اولاد اور والدین کے درمیان تنازعہ یا فساد کا باعث بن جائے اور کوئی دوسری تدبیر اصلاح کارگر نہ ہوتی ہو تو بعض صورتوں میں بیوی کو طلاق تک دینے کا حکم ہے۔

حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ کی ایک بہت چہیتی بیوی تھیں۔ حضرت عمر انہیں اچھا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیٹے سے کہا کہ بیوی کو

طلاق دے دو۔ عبداللہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور رسول خدا کے حضور اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا "اے عبداللہ بیوی کو طلاق دے دو۔ والدین کی رضا مندی سب سے مقدم ہے"۔

والدین غیر مسلم ہوں تو بھی ان کے حقوق میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آنی چاہیئے قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے امورِ دین میں ان کی (والدین کی) متابعت نہ کی جائے۔ اپنے اسلام کی تبلیغ ہوتی رہنی چاہیئے۔ اس صورت میں سب سے بڑی خدمت یہی شمار ہو گی۔ سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کے سلسلہ میں خلاف ورزی ہوتی ہو والدین کا ہر حکم بجا لانے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہیئے۔

رسولِ خدا کا فرمان ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہیں ترکِ دنیا کا حکم بھی دیں تو جب بھی ان کی نافرمانی نہ کرو۔ بسا اوقات بعض حالات میں والدین کی خدمت کو جہاد سے بھی افضل بتایا گیا ہے۔

ایک شخص حضور کے پاس حاضر ہوا کہ میں آپ کی معیت میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا "کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے" اس نے جواب دیا "جی ہاں!" تو ارشاد ہوا "واپس جاؤ اور ان کی خوشنودی اور رضا مندی کے لئے جدوجہد کرو۔ تمہارا جہاد یہی ہے"۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی عالمِ شباب ہی میں اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق والدین کا مطیع اور خدمت گزار ہو گا۔ اس کے سامنے جنت کے دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے فقط ایک زندہ ہو تو صرف ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حال میں آنکھ کھولی کہ والدین کے حق میں ذاتِ باری کا نافرمان ہو تو اس پر دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں

رسولِ مقبولؐ نے ایک جگہ اور ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص بدنصیب ہے جس کو اس کے بوڑھے والدین نے جنت میں داخل نہیں کیا"۔ مراد یہ ہے کہ اسے خدمت کا موقع ملا اور اس نے اس وقت غنیمت سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے ارمغانِ جنت سے ہاتھ دھوئے۔

ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضور نے فرمایا خوار ہوا۔ خوار ہوا۔ خوار ہوا۔ جس نے ماں باپ دونوں کا یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا دیکھا اور جنت میں داخل نہ ہوا"۔

آپ کا قول ہے کہ "والد کی رضا میں خدا کی رضا مضمر ہوتی ہے اور خدا کی ناراضگی والد کی خفگی میں پوشیدہ ہے"۔

والدین کی اطاعت و خدمت گزاری کا حق ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ بعد میں بھی جاری رہتا ہے۔ اولاد کی نیکی کا حصہ والدین کو بھی ملتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نیک رہے تا کہ والدین کے مراتب فضیلت میں گونا گوں اضافے ہوتے چلے جائیں۔

ایک شخص حضور کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ آیا والدین کا حق ان کی وفات کے بعد بھی ادا کرنے کو رہ جاتا ہے۔؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ان کے لئے نماز پڑھو۔ استغفار کرو۔ ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو۔ ان کے قرابت والوں سے بھلائی کرو اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرو"۔

جو شخص صدق دل سے والدین کی خدمت کرتا ہے اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتے ہیں دنیا میں کامیاب و سرخرو ہوتا ہے اور آخرت میں جنت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

رسول خدا کا ارشاد ہے کہ "باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے تو چاہے اسے پالے چاہے تو اسے ضائع کر دے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ انسان کے ہر جرم و گناہ میں قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالےٰ جب چاہے مؤاخذہ کر سکتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کا کسی قسم کا کوئی جرم اور گناہ کسی حالت میں بھی قابل عفو نہ ہو گا۔ ایسے انسان کی زندگی ہی میں پہلا مؤاخذہ کیا جاتا ہے

(مستدرک جلد ۴)

اور دوسرا روز قیامت کو کیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین میں سے دونوں کو یا کسی ایک کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے حضورؐ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔؟ فرمایا یہ اس طرح ممکن ہے کہ انسان دوسرے کے والدین کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے۔ اسی طرح یہ دوسرے کی ماں کو گالی دے اور دوسرا اس کی ماں کو گالی دے دگویا اس نے خود اپنی ماں کو گالی دی۔

والدین کی اطاعت سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دنیا ایسے انسان کو اسطرح محبوب سمجھتی ہے جس طرح ایک مومن جنت کو محبوب جانتا ہے

۲۔ لوگوں کو اس کے اندازِ تکلم اور لب و لہجہ میں ایک خاص قسم کی شیرینی محسوس ہوتی۔

۳۔ والدین سے جب وہ حلیمی سے پیش آتا ہے تو ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ یہ حلیمی اس کی شخصیت کا ایک لازمی عنصر بن جاتی ہے جو معاشرہ پر ایک خوشگوار اثر چھوڑتی ہے

۴۔ دل میں تقوےٰ پیدا ہوتا ہے

۵۔ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری سے اطاعتِ امید کے جذبہ کو تقویت ملتی ہے۔

۶۔ اکابرین مخلوق اسے رشک اور تحسین کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

۷۔ ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

محمد شفیع عمرالدین (حیدر آباد)

دل کو تقویّت دینے والی باتیں

تکبّر، حرص اور حرام سے بچو۔

۱۔ تکبر کرنے والا مرنے سے پہلے اپنے سے کمزوروں سے ذلت اور خواری اٹھاتا ہے۔

۲۔ حرص کرنے والا موت سے پہلے کھانے پینے کا محتاج ہو کر مرتا ہے۔

۳۔ حرام کھانے والا اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنے پیشاب اور نجاست میں لوٹ پوٹ نہ ہو جائے۔ (حاتم اصمؒ)

(۲) وسوسوں سے بچاؤ کا طریقہ

اپنی نگاہ کو بند رکھو۔ یہ تمام آرزوؤں کے لئے حجاب ہے اگر آنکھ بند رکھو گے اور اوپر نہ اٹھاؤ گے تو تمام وسوسوں سے فارغ اور محفوظ رہو گے۔

(حضرت ذوالنون مصریؒ)

(۳) لباس میں میانہ روی

لباس اس طرز کا پہنو کہ کوئی شخص یہ تمیز نہ کر سکے کہ تم دولت مند ہو یا کنگال

(حضرت میاں میرؒ)

(۴) نجات کا دارومدار نیک اعمال پر ہے

نجات نسب پر موقوف نہیں بلکہ نیک اعمال پر ہے۔

(امام جعفر صادقؒ)

(۵) عقلمند کون ہے۔

عقلمند وہ ہے جو خیر اور شر میں تمیز کر سکے (امام جعفر صادقؒ)

(۶) اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھو۔

حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ جب مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے تو مسجد نبویؐ کے دروازہ پر ایک گھڑی رکے رہے اور روتے رہے لوگوں نے جب آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔

تو آپ نے فرمایا کہ "میں اپنے آپ کو حیض والی عورت کی طرح پاتا ہوں، اور ڈرتا ہوں کہ میرے مسجد شریف میں داخل ہونے سے وہ بھی آلودہ نہ ہو جائے"

(جواہر علویہ)

(۷) وراثت نبویؐ کیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے یہ معنیٰ ہیں کہ ہر ایک فعل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔ نہ کہ کاغذ سیاہ کئے جائیں (حضرت ابوالحسن خرقانیؒ)

(۸) سب سے اچھا۔

۱۔ سب سے اچھا دل وہ ہے جس میں خلقت نہ ہو (دنیاوی خواہشات کی آماجگاہ نہ ہو۔

۲۔ سب سے اچھا کام وہ ہے جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔

۳۔ سب سے حلال نعمت وہ ہے جو جائز کوشش سے حاصل کی جائے۔

۴۔ سب سے اچھا رفیق وہ ہے جو اپنی زندگی اللہ تعالٰے کی یاد میں بسر کرتا ہو۔ (حضرت ابوالحسن خرقانیؒ)

(۹) دنیا اور اہل دنیا

دنیا اور اہل دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہیے۔ (حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ)

(۱۰) طریقت کا فرض

اپنے اعمال کا خیال کرنا حقیقت کے پرواز کی کمی کے سبب سے ہے۔ عمل بہت کرنا اور اس عمل کو ناقابل اور کم خیال کرنا یہ صاحب طریقت کا فرض ہے۔

(حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ)

(۱۱) کسر نفسی کی مثال

جب میں اپنے حال کی طرف خیال کرتا تھا تو اپنے میں کوئی خوبی نہ پاتا تھا۔ ایک دفعہ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ شاید میں کتّے کے پاخانے سے بہتر ہوں۔ اسی وقت ایک شخص آیا جو دوا کے لئے کتے کا پاخانہ تلاش کر رہا تھا۔ میں جان گیا کہ میں اس سے بھی بدتر ہوں۔

(حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ)

(۱۲) جھوٹ اور مدح سرائی

جھوٹ بولنا اور جھوٹی مدح سرائی کرنا چھوڑ دیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احثوا فی فم المداحین التراب، بہت تعریف اور مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونکدو۔

(مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

(۱۳) وقت قیمتی ہے۔

دنیا میں جو وقت بھی مل جائے وہ نہایت غنیمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اس کو ضائع نہ ہونے دینا چاہیئے یہ زمانہ کھیتی کا ہے اس کا ہر ہر سیکنڈ ہیرے اور زمرد سے قیمتی ہے جس قدر ہو اس ذکر الٰہی میں

صرف کیجئے۔

(۱۴) بلائے قحط کا ورود۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے فرزند تھے آپ بھی بہت بڑے بزرگ تھے آپ کے مریدوں کی تعداد کثیر تھی مگر ایک مکتوب میں اپنی کسر نفسی کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

"ہماری شامتِ اعمال کے باعث دوسرا سال ہے کہ مخلوق قحط کی مصیبت میں گرفتار ہے لوگ نماز استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے تھے اور یہ دور ازکار بھی سب کے ساتھ تھا۔ میں اپنے گناہ کو لئے ہوئے یقینی طور پر سمجھ رہا تھا، کہ اس بلائے قحط کا ورود میرے ہی اعمال سوء کے نتائج میں سے ہے۔ لوگ خواہ مخواہ میرے وجود سے برکت ڈھونڈتے تھے، اور مجھے دفع بلا کا ذریعہ بنا رہے تھے میری حقیقت حال سے واقف نہ تھے لوگ حکام کے ظلم کا شکوہ بھی کر رہے تھے مگر جب میں اپنے اعمال کو دیکھتا تھا، تو مقابلۃً ان حکام کے اعمال کچھ بھی نہیں تھے،"

(مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی از مولانا نسیم احمد امروہی مکتوب ع ۱۴۸)

(۱۵) بارش نہیں ہوتی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے درخواست کی کہ بارش نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ گناہ گار ہوں شاید میری وجہ سے نہیں ہوتی میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ اس کے بعد خوب بارش ہوئی۔

پس ہم لوگوں کو اپنے گناہوں پر نظر کرنا چاہیئے۔ مگر آج کل بجائے گناہ کے اپنی خوبیوں پر نظر ہوتی ہے (استحاف المعاصی حضرت تھانویؒ)

(۱۶) جانوروں پر رحم کرنا۔

حضرت احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک خارشتی کتا نہایت تکلیف میں ہے اور تمام بدن اس کا خارش سے مجروح ہو گیا ہے اور ہر شخص اس سے نفرت کرتا ہے اور اس کے ابنائے جنس بھی اس کو پاس آنے نہیں دیتے ان کو اس پر رحم آیا اور اس کو گھر لائے اور اپنے ہاتھ سے دوا ملا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گیا۔

حضرت بایزیدؒ کو کسی نے بعد وفات کے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ میرے تمام اعمال میں سے یہ عمل پسند آیا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا۔ اور جاڑے کا موسم تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بلی کا بچہ سردی سے اکڑ رہا ہے مجھ کو رحم آیا اور اپنے لحاف میں اس کو لے کر سویا۔ یہ عمل میرا پسند آیا اور حکم ہوا کہ اس عمل کی وجہ سے ہم نے تم کو بخش دیا۔

(۲) ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ انہوں نے بازار سے شکر خریدی۔ اور خوب مضبوط کپڑے میں باندھ لی کئی منزل پر گھر تھا۔ گھر جا کر جو کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک چیونٹی ہے پریشان ہو گئے پھر اسی جگہ واپس تشریف لے گئے اور اس چیونٹی کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑ آئے۔

(الاخلاص حصہ اول حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ)

(۱۷) دوسروں کے عیب۔

لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھو اور اپنے کو ہر وقت نظر میں نہ رکھو۔ اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دو۔ اور سب مسلمانوں کو اپنے سے افضل جانو۔

(حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ)

(۱۸) تحمل و برداشت

حضرت ابو عبدالہد خُصَیبفؒ فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست آ کر مہمان بنا۔ اتفاقاً اسے پیٹ میں تکلیف ہوئی۔ میں خود اس کی خدمت پر کربستہ رہا۔ اور ساری رات اس کے پاس پیالہ لئے حاضر رہا۔ ایک دفعہ مجھے اونگھ آ گئی۔ مہمان نے مجھے کہا تجھ پر خدا تعالےٰ کی لعنت ہو تو سو رہا ہے میرے رفیقوں نے مجھے سوال کیا۔ جب مہمان نے آپ پر لعنت بھیجی تو آپ کے نفس نے کیسا محسوس کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے ایسا محسوس کیا گویا مجھے اس نے "رحمت اللہ" کہا ہے۔ اور جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائے میں اسے کوئی غیر مناسب بات کہنی نہیں چاہتا۔

(اذکار معصومیہ)

(۱۹) خود بینی سے رہائی کیسے ملے

جو شخص اس حقیقت کو پا لے گا کہ سب چیزیں اللہ تعالےٰ سے ملتی ہیں نیز نیک اعمال کی توفیق اللہ تعالےٰ ہی عطا فرماتا ہے اس لئے اپنی طرف سے کچھ نہ سمجھے گا۔ خود بینی سے بچنے کا یہ طریقہ ہے۔

(حضرت ابو صالحؒ اور طبقات شعرانیؒ)

(۲۰) اتباعِ سنّت

کوشش کریں کہ ہر عمل سنت کے مطابق ہو جائے۔ اور ہر بدعت سے چھٹکارا ملے۔ اس بدعت سے خاص طور پر چھٹکارا حاصل کریں جس کے باعث سنت چھوٹ رہی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ

(جس نے ہمارے اس دین میں ایسی کوئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے) اس جماعت کے حال پر تعجب آتا ہے۔ جو باوجودیکہ دین کامل اور پورا ہے اس میں نئی باتیں (بدعات) پیدا کرتے ہیں اور ان بدعات میں دین کی تکمیل تلاش کرتے ہیں۔ اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ یہ بدعت، سنت کے اٹھ جانے کا باعث نہ بن جائے مثلاً عمامے (پٹکے) کا شملہ پیچھے کی طرف دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ بعض لوگ اسے آگے کی جانب بائیں طرف چھوڑتے ہیں...... اس سے سنت پر عمل اٹھ جاتا ہے اور سنت کو چھوڑ کر بدعت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس طرح حرمت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

(از مبدؑ و معاد حضرت امام ربانی قدس سرہ)

(۲۱) ادھار مانگی ہوئی چیز کا واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی پرہیزگاری کا ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ جب شام میں تھے تو ایک شخص سے قلم ادھار لیا جب وطن مرو میں واپس لوٹے تب یاد آیا کہ قلم واپس کرنا بھول گیا ہوں۔ آپ نے قلم اس کے مالک کو واپس کرنے کی غرض سے مرو سے شام کا سفر اختیار فرمایا

(بستان المحدثین)

(۲۲) تقویٰ کی کسوٹی۔

بعض صوفیہ کرام کا قول ہے کہ تقوے کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ اسے ایک کھلے طبق میں رکھ دے اور بازار میں لئے پھرے۔ اور ایسا کرنے پر تجھے اس میں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئے جس سے تجھے شرم آئے۔

(فیض سبحانی مجلس نمبر ۵۲ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح)

(۲۳) دارین کی فلاح وبہبود کا دستور العمل

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص دنیا اور آخرت کی زندگی خوشگوار بنانا چاہے، وہ قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنائے۔ اور جس طرح قرآن مجید ہر معاملہ میں رہنمائی فرمائے اسی طرح ہر معاملہ درست کرتا جائے۔ انشاء اللہ یقیناً دنیا بھی اس کے لئے راحت کا گہوارہ بن جائے گی اور آخرت میں بھی بہتری کی توقع ہو جائے گی۔

(ملفوظات حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح)

بقیہ: تذکرہ شیخ التفسیر رح

دینی وعلمی خدمات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ صبح کا درس جمعہ کا خطبہ اور خلق اللہ کی ہمدردی اور رفاہ عامہ کے جو امور انہوں نے سر انجام دیئے ان کے پسماندگان بھی سر انجام دے رہے ہیں اور جو اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو انہوں نے اللہ اللہ کرنا سکھایا ہے ماشاء اللہ ابھی تک اللہ کا ذکر کرنے والے بدستور ذکر و شغل میں مصروف ہیں اور ان کا یہ عمل حسن مستمر ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کو بقائے ذکر صد حسن اور ان کے آثار جمیلہ کو استمرار و دوام عطا فرمائے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بعزیز آمین: اور ان کے سب متعلقین کی غیب کے فیض سے مدد فرمائے اور سب موفق اور موید من اللہ ہوں اور سب کو اللہ تعالیٰ دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات نصیب فرمائے اور سب ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان سے جا ملیں۔ "آمین!"

حضرت کے سچے جانشین

خلق اللہ کے ہمدرد و غمگسار اور مجسمۂ جمال محترم حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم سارا سارا دن اور ساری ساری رات اپنی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ کئی کئی وقت کا کھانا بھی نہیں کھا سکتے مجلس ذکر والی رات باہر سے آنے والوں کی کثیر تعداد کی فرداً فرداً تسلی فرمانا۔ علماء کی کلاس لینا اور مہمانوں پر شفقت فرمانا۔ ملک کے کونے کونے میں حضرت رح کا مشن لے کر جانا اور کرایہ نہ لینا صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی دیئے گئے وقت اور وعدے پر مختلف اور دور دراز مقامات پر پہنچنا اور اس سارے کام میں ثابت قدمی کا ثبوت دینا اور ذرا نہ گھبرانا یا اکتانا یہ سب نصرت الٰہی ہی سے ہے ورنہ کون اتنے کام اس طرح کر سکتا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضرت رح کی روح پر فتوح اپنے پسماندگان سے خوش ہے بلکہ ہمارے ایک دوست نے باتوں باتوں میں ایک روز کہا کہ میرے سسرال لاہور میں ہیں اور ان کا تعلق حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ سے ہے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت اقدس رح نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پر زور الفاظ میں کسی نجی مجلس میں فرمایا کہ جب تک عبید اللہ میرے نقش قدم پر چلتا رہے گا تم سمجھنا احمد علی زندہ ہے۔ اور جس روز اس نے میرا راستہ چھوڑ دیا۔ تو اس دن حقیقی معنوں میں احمد علی کی موت ہو گی" لہٰذا ہم بجا طور پر علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ جانشین شیخ التفسیر کا ایک ایک لمحہ اپنے عالی مرتبہ جسمانی اور روحانی باپ کی اقتدا میں گزر رہا ہے۔ اس لئے حضرت اقدس رح زندہ ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا قاری رشید احمد قادری خلف الرشید اسوۃ الصلحاء سید الاتقیاء حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ

فضائل درود شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدَہٗ

آیت صلوٰۃ کی تفسیر

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط (سورۃ احزاب رکوع ۶ پارہ ۲۲)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں حضرت رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

دُرود شریف کے فضائل

قرآن مجید اور کتب احادیث میں مختلف قسم کے اذکار اور وظائف کی تعلیم فرمائی گئی ہے لیکن جو فضیلت اور بلند مرتبہ صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کا ہے وہ مرتبہ کسی اور ذکر اور وظیفے کا نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کی تاکید کرکے دونوں کے متعلق الگ الگ حکم فرمایا۔ ذکر کے متعلق فرمایا اُذْکُرُ اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ط یعنی مخلوق کو ارشاد فرمایا کہ میرا ذکر بہت کثرت کے ساتھ کرتے رہا کرو یہ نہیں فرمایا کہ میں خود بھی اپنا ذکر کرتا ہوں لیکن صلوٰۃ اور سلام کے متعلق فرمایا کہ میں خود بھی رحمتیں بھیجتا ہوں اے ایمان دارو! تم بھی صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو قرآن مجید اور حدیث شریف میں کوئی اور عمل صالح ایسا نہیں جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے بندوں سے فرمایا ہے کہ میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور تم بھی کرو محبت کے ساتھ غور کرنے سے درود اور سلام کی عظمت اور اہمیت دوسرے وظائف اور اذکار سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے اس لیے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ نے خود بھی کیا اور ایمان والوں کو بھی فرمایا۔

دُرود شریف پڑھنے کی غرض اور اس کا مقصد

مقصود اس آیت سے مسلمانوں کو فضیلت اور عظمت سے آگاہ کرنا ہے کہ یہ اتنا بہترین وظیفہ ہے کہ اللہ تعالےٰ خود کرتا اور مومنوں کو حکم دیتا ہے۔

دُرود شریف کی ابتداء

پہلے انبیاء کرام کی تعلیمات میں درود شریف کا وظیفہ نہیں تھا۔ امت کے محدثین کرام نے دُرود شریف کو حضرت رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی خصوصیت میں شمار کیا ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن صفحہ ۹۳)

درود شریف کا وظیفہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے خصوصی وظیفہ ہے

قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام اعزازی اور امتیازی انعامات کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کو فرشتوں نے تعظیمی سجدہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، ہوا ان کے تابع تھی۔ ایک دن میں ساٹھ دن کا سفر طے کر لیتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے لیے نار گلزار کر دی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے فرعون کو عاجز کر دیا، حضرت عیسیٰؑ نے بحکم خداوندی مردہ زندہ کیا۔ لیکن ان تمام معجزات میں کوئی کام ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی شریک ہوئے ہوں۔ لیکن درود شریف ایسا خصوصی اور امتیازی عمل ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اس کا عامل اور فرشتے پابند اور انسان مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر لحظہ آنحضرت کی ذات بابرکات پر رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور فرشتے رحمتیں طلب کرتے رہتے ہیں۔ نکتہ

دنیا کی آبادی دو طرح کی ہے۔ ایک حصہ دنیا کا ایسا ہے کہ جہاں دن ہوتا ہے تو آبادی کے دوسرے حصے میں مکمل رات ہوتی ہے۔ اور جب امریکہ میں دن ہوتا ہے تو دوسری آبادی میں رات ہوتی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت نیکوکار بندوں کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے نزول رحمت کا سلسلہ اور نیک سیرت بیبیوں اور فرشتوں و انسانوں کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام کا تحفہ بارگاہ رسالت میں ہمیشہ کے لیے جاری رہتا ہے (تفسیر روح المعانی صفحہ ۷

صلوٰۃ کی لفظی تحقیق اور تفسیری نکات

صلوٰۃ:۔ لغت میں اس کے معنی ہیں دل کا مائل ہونا، دُعا کرنا، استغفار کرنا، رحمت۔ (قاموس بحوالہ تفسیر مظہری صفحہ ۳۸۵)

قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ تین معنی کے لیے استعمال کیا گیا ہے (۱) نماز (۲) درُود پڑھنا (۳) دُعا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ۔

صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جیسا کہ آیت مذکورہ میں ہے اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اگر اس کی نسبت فرشتوں و انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے، رحمت اور مغفرت کا طلب اور دُعا کرنا۔ اسی دُعا کو جس میں رحمت اور مغفرت طلب کی جائے، ہمارے محاورے میں درُود کہتے ہیں۔

یہی جمہور محدثین و مفسرین کا مسلک ہے۔ (تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۳) (تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۷) تفسیر درمنثور صفحہ ۲۱)

بعض مفسرین :- بعض مفسرین کے نزدیک اللہ کی طرف سے صلوٰۃ بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مقرب فرشتوں کے سامنے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف فرماتا ہے اور ملائکہ کے صلوٰۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری صفحہ ۴۹) (تفسیر درمنثور صفحہ ۲۱) (روح المعانی ص ۱۷) (مواہب الدنیا جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹)

درود شریف پڑھنے کا مقصد اور فائدہ

بندوں کی طرف سے درود بھیجنے میں اصل مقصد آنحضرت کے بے انتہا احسانات کے مقابلہ میں اپنی ناچیز بساط کے مطابق نہایت معمولی ہدیہ پیش کرنا ہے ورنہ محض درود شریف کے لئے تو فرشتے کافی ہیں یہ فائدہ حضرت علامہ قسطلانی نے مواہب الدنیا میں ذکر فرمایا ہے

انسان کی بے کسی اور بے بسی

انسان حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا کہہ سکتا ہے۔ جب کہ انسان انتہائی پستی میں اور حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی عظمت کے متعلق قرآن کریم سورۃ نساء میں ارشاد ہے) وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا نیز سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا انتہائی عظمت اور بلندی میں ہیں تو درود پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں محسن کے احسان کا بدلہ دینے کا سبق دے رہے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے محسن کے احسان کو یاد رکھے اور بقدر طاقت بدلہ دینے کا فریضہ ادا کرے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے محسن اعظم ہیں۔ ان کے احسانات کے مطابق انسان بدلہ نہیں دے سکتا۔ لہٰذا انسان نے اپنی بے کسی اور بے بسی کے پیش نظر رب کائنات کے سامنے عاجزی سے التجا کی کہ اے رب کائنات تو اپنے وسیع خزانوں سے محسن کائنات کو ہماری طرف سے جزائے عظیم مرحمت فرما (مواہب الدنیا ص ۱۰۹)

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ :- اور سلام بھیجو تم بہت زیادہ سلام بھیجنا۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے ایمان دارو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ میں ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہا کرو۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۳۶) (تفسیر مدارک) (تفسیر جلالین) تفسیر جامع البیان) تفسیر ابو السعود) تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲)

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضور علیہ السلام پر سلام بھیجنے کے تین معنی بیان کئے ہیں۔

اَلسَّلَامَةُ مِنَ النَّقَائِصِ وَالْاٰفَاتِ وَالْبَلِيَّاتِ لَكَ وَلِمَنِ اتَّبَعَكَ ط

۱- مقصد یہ ہے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور جناب کے تمام متبعین کو آفات اور بلیات ارضی و سماوی روحانی اور جسمانی سے محفوظ رکھے۔

۲- السلام :- اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک مبارک نام ہے۔ اس صورت میں یہ جملہ خبریہ ہوگا۔ اس جملہ کا معنیٰ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں سلامتی والا ہوں۔ مخلوق کی حفاظت اور سلامتی میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں ہمیشہ خیر و برکت، امن اور سلامتی آپ پر نازل کروں گا، اور دشمنوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھوں گا

۳- السلام :- سلامت سے ماخوذ ہے سلامت کا معنیٰ عدم المخالفت، اس صورت میں یہ جملہ خبریہ ہوگا اور دعا بھی ہوگی۔ مطلب یہ ہوا، کہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور میں التجا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ایمانداروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت سے فرمانبردار بنائے۔ (روح المعانی صفحہ ۷۴)

نکتہ :- علامہ سید محمود بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ذکر کرنے کی بجائے صرف اَلنَّبِیُّ فرمایا ہے، حالانکہ دوسرے مقامات پر انبیاء کرام کے ذکر میں ان کے نام لے کر خطاب کیا گیا ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا عزت اور عظمت کا اظہار ہے۔ النبی پر الف لام عہد ذہنی کا ہے۔ یعنی وہ نبی جن پر عظمت تصور خدا کے علم اور سامعین کے دل و دماغ میں موجود ہے۔ (روح المعانی صفحہ ۷۰)

شب قدر کی فضیلت

احادیث صحیحہ کی روشنی میں

محمد امیر فردوسی

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو۔ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے۔ جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ کلام پاک نے اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا۔ اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں۔ کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ افضل ہے۔

اللہ جل شانہ کا حقیقتاً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے بہا نعمت عطا فرمائی درِ منثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ شب قدر حق تعالیٰ میری امت کو مرحمت فرمائی ہے۔ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں، بہت تھوڑی ہیں۔ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی کو خیال ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی۔ اگر کسی خوش نصیب کو قدر کی دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں۔ اور ان کو عبادت میں گذار دے۔ تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینہ تک اللہ کے راستہ میں عبادت کرتا رہا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا (حدیث) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱ - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا۔ اس لئے بھی جمہور کا قول کہ اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے۔ زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے۔ اور دونوں قولوں پر تلاش حسب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے۔ اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گذار دینا اس شخص کے لئے مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ بہرحال شبقدر تمام سال میں ہو یا تمام رمضان میں ہو یا اخیر عشرہ میں ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے مطابق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنی چاہیئے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

(الحدیث) التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ (ترجمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص توبہ کرے وہ گناہوں سے ایسا ہوتا ہے۔ جیساکہ نومولود بچہ۔ تو محترم حضرات غور و فکر کا مقام ہے اگر اس رحمت و برکت والی رات میں توبہ نصیب ہو جائے تو اس کی قبولیت توبہ میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا۔

ے توبہ کرتا ہے جو ہو کر شرمسار
جوش میں آتا ہے عفو کردگار

اخیر میں دعا ہے کہ رب العزت ہم سب کو توبہ کرنے کی توفیق بخشیں اور خاتمہ بالایمان فرمادیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بقیہ مجلس ذکر

جلدی سے ماچیں لے کر گھر آجائیں گے۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ مٹی ضرور پڑ جائے گی۔ اسی طرح پاخانے کے لئے کوٹھے پر جائیں گے۔ تو بھی گرد پڑے گی یہ مجبوری کی حالتیں ہیں۔ اسی طرح کسب معاش کے لئے باہر نکلنا پڑے گا۔ گھر نہیں بیٹھے رہ سکتے۔ تو کسب معاش کے بعد فوراً گھر آجائیں۔ صوفیا کہا کرتے ہیں۔ عامۃ الناس کی صحبت سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے اور تنہا بیٹھنے سے اللہ والوں کی صحبت بہتر ہے اور اللہ والے، سچ پوچھیے، بہت ہی کمیاب ہیں موتی ملنے ارزاں، اللہ والے ملنے گراں ہیں۔

بقیہ اداریہ

گئی تھی۔ اگر ارباب حل و عقد اس کا نوٹس لیتے۔ اور حکام اعلیٰ اس پر کڑی نگاہ رکھتے۔ تو نہ عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوتا۔ نہ حکومت کو پریشانی لاحق ہوتی۔ مگر حکام اعلیٰ کی عدم توجہی دفتری نظام کے بگڑنے کے مواقع مہیا کرتی گئیں، جس کے نتیجے کے طور پر کڑی نگاہ رکھتے تو نہ عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوتا نہ حکومت کو پریشانی لاحق ہوتی۔ مگر حکام اعلیٰ کی عدم توجہی دفتری نظام کے بگڑنے کے مواقع مہیا کرتی گئیں جس کے نتیجے کے طور پر ماتحت اہل کار اور آپ کی قانونی گرفت سے باہر اور احتسابی شکنجے سے آزاد سمجھ کر من مانی کارروائیاں اور شکایت کنندگان سے نامناسب روا سلوک کرتے رہے

گورنر موسیٰ نے صوبے کا چارج لیتے ہی اس اہم بات کی طرف خصوصی توجہ دی تھی۔ افسروں اور اہلکاروں کو فرائض منصبی محسوس کرانے اور عوام کو اپنے مسائل براہ راست بیان کرنے کا جو کام انہوں نے شروع کیا تھا۔ متذکرہ بالا ہدایات اسی کی ایک اہم کڑی ہیں۔ اب تک ان کوششوں کے نتائج حوصلہ افزا رہے ہیں اور ملکی امن و امان کی صورت کافی بہتر ہو گئی ہے اگر ڈویژنل کمشنر اور محکموں کے سربراہ ان ہدایات کو مستعدی کے ساتھ عملی جامہ پہنانے کا اقدام کریں تو حکام کی فرض شناسی بہت جلد عوام کو اطمینان اور آسودگی کا نیا احساس دے سکتی ہے مگر یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب صوبے کے نیک دل گورنر کے حکم کے بعد عوام کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے افسروں اور دفتری بدعنوانیوں کے مرتکب اہلکاروں کو کسی تاخیر و تعویق کے بغیر سزا دی جائے۔ اور ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی رعایت نہ برتی جائے۔

نماز جمعۃ الوداع و نماز عید الفطر

حضرت مولانا عبید اللہ انور خطیب جامع شیرانوالہ دروازہ وامیر انجمن خدام الدین لاہور اطلاع فرماتے ہیں کہ نماز جمعۃ الوداع مورخہ ۶ جنوری ۱۹۶۷ء مطابق ۲۴ رمضان المبارک و عید مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۷ء مطابق یکم شوال المکرم ۱۳۸۶ھ حسب سابق باغ بیرون شیرانوالہ دروازہ ادا کی جائیگی خواتین کے لئے وضو اور پردہ کا انتظام ہوگا۔

تبلیغی جلسہ

مورخہ ۲۶ رمضان المبارک بروز اتوار ۹ بجے صبح مسجد باغ والی نزد ریلوے ٹکٹ گھر بیرون شاہ عالمی گیٹ لاہور میں تبلیغی جلسہ ہوگا جس میں ترجمان اہل سنت علامہ دوست محمد قریشی مولانا لال حسین اختر اور دوسرے علماء تقریریں کریں گے

تعارف و تبصرہ

حافظ نور محمد انور

عید کارڈ

شائع کردہ: مبارک کمپنی وسن پورہ لاہور

مسلمانوں میں عید کے موقعہ پر عید کارڈ بھیجنے کا رواج عیسائیوں سے مستعار لیا گیا ہے۔ جو کرسمس یا ایسٹر کے موقع پر متعلقین اور احباب کو تہنیت نامے ارسال کیا کرتے ہیں بہر حال یہ رواج تبادلہ مسرت اور سپاس محبت کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔

چونکہ عیسائیوں کے یہاں اپنی تہذیب کے مطابق تبریک و تہنیت کے اظہار کے لئے اشعار ایسے کارڈوں پر چھپے ہوتے تھے۔ مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی عید کارڈوں پر ایک دو عشقیہ شعر چھاپنے لگے۔ قطع نظر اس سے کہ ایسے اشعار کا مضمون ہماری تہذیبی قدروں کا ترجمان ہوتا تھا یا نہیں بعض شعر تو قطعاً رکیک سوقیانہ ہوتے تھے۔ اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ابتدائے رواج میں غزل کا معیار یہی تھا۔ بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ عید کارڈوں پر شعر کا اندراج برائے شعر ہی تھا۔

چنانچہ احمد حسین صاحب مبارک کمپنی وسن پورہ عید کے موقعہ پر مبارکباد کے طور پر اعزہ و احباب کو بھیجنے کے لئے عید کارڈ چھاپے ہیں۔ ان پر بجائے شعروں کے ایک نہ ایک حدیث رسول مع اپنے متن اور اردو ترجمہ کے لکھ دی ہے یہ امر فی الواقع شائستہ مذاقی اور دین پسندی کی دلیل ہے۔ عید کارڈوں کی مختلف قیمتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) عام عید کارڈ چار رنگا فی صد / ۵ روپے فی عدد ایک آنہ۔ فی درجن ۱۲ آنے (بارہ قسم)

(۲) فولڈنگ عید کارڈ چھپی نوید عشرت اور نوید راحت فی صد پچیس روپے فی عدد ۴ آنہ۔

(۳) چھٹی بہار ارم و بہار عید فیصد اٹھارہ روپے پچھتر پیسے فی درجن ۲ روپے ۲۵ پیسے فی عدد تین آنہ علاوہ محصول ڈاک

مبارک کمپنی وسن پورہ لاہور سے حاصل کریں

بچوں کا صفحہ

ہمارا قرآن

محمد خان (جھنگ صدر)

عزیز بچو! ہم سب مسلمان ہیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہیں۔ ہمارے آقاؐ خدا کے سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ ان کو جو کتاب ملی وہ سب کتابوں سے افضل اور اکمل ہے۔ اس کا نام قرآن ہے اس میں ہمارے لئے ہر قسم کی ہدایات اور احکام موجود ہیں۔ ہمارے آقا کے میٹھے بول اور پیارے عمل اس کی شرح ہیں۔

بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب سے پہلے پیغمبر ہمارے اباؑ آدم علیہ السلام اور سب سے آخری پیغمبر ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے قرآن پاک میں سب پیغمبروں کے نام اور حالات تو نہیں ملتے صرف ۲۵ جلیل القدر پیغمبروں کا ذکرِ خیر آتا ہے۔ ہم سب پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں ان پر بھی جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور ان پر بھی جن کا ذکر نہیں آیا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے بعض پیغمبروں کو کتابیں بھی دیں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو تورات ملی یہ عبرانی زبان میں تھی۔ اب اصل کتاب نہیں ملتی البتہ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور، نامی کتاب ملی اس کا نسخہ بھی ناپید ہے۔ صرف تراجم ملتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل نامی کتاب دی گئی۔ اس کا بھی اصلی نسخہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ ہمارے آقاؐ پر قرآن نازل ہوا اور خود اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

ہمارا قرآن عربی زبان میں ہے۔ جو ام الالسنہ یعنی زبانوں کی ماں کہلاتی ہے۔ یہ آہستہ آہستہ تئیس سال کے عرصہ میں اترا۔ کہتے ہیں کہ باقی آسمانی کتابیں یعنی تورات، انجیل وغیرہ ایک دم نازل ہوئی تھی۔ قرآن میں ۳۰ پارے، ۱۱۴ سورتیں اور ۶۶۶۶ آیتیں ہیں اس کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا یہ وہ بے نظیر کتاب ہے کہ دنیا اس کا جواب پیدا کرنے سے عاجز ہے۔

کہتے ہیں کہ عرب کا ایک مشہور شاعر جو غیر مسلم تھا شہر کے شور و شر سے بچنے کے لئے پہاڑ کے ایک غار میں مستقل طور پر رہنے لگا۔ اس کے بہت سے شاگرد تھے جو اپنا کلام اصلاح کی غرض سے اس غار کے اندر ڈال آتے اور دوسرے روز وقتِ مقررہ پر غار کے باہر سے اٹھا لاتے۔ ایک روز ایک شاگرد نے قرآن پاک کی اس سورت کو اپنا کلام ظاہر کر کے اس کا چوتھا مصرع بنانے کی درخواست کی۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ۔

دوسرے روز جب وہ اپنا پرچہ واپس لایا تو اس میں چوتھے مصرعے کی جگہ یہ درج تھا "مَا ھٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ" یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔

جس طرح ہمارا خدا ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اسی طرح ہمارا قرآن بھی لفظی اور معنوی ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے۔ یہ زبان اور بیان کے لحاظ سے یکتا ہے۔ یہ علم و عرفان کا سرچشمہ ہے اس میں وہ انمول جواہر اور موتی ہیں جو دنیا میں ڈھونڈے نہیں ملتے۔ لیکن یہ جواہر صرف وہی شخص پا سکتا ہے جو قرآن پاک کی زبان اور اس کے مطالب پر غور و فکر کرے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص عربی زبان نہ جانتا ہو وہ قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھ سکتا۔ لہٰذا قرآن کی زبان و بیان سے لطف اندوز ہونے کے لیئے عربی زبان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

ہمارے قرآن میں صرف عبادات یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ اور عقائد یعنی توحید و رسالت وغیرہ ہی کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس میں معاملات، اخلاق اور معاشرے کے بارے میں بھی ٹھوس اور واضح ہدایات ہیں یہ کتاب زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک کامل رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی بیان کرتی ہے اور پھر دونوں قسم کے حقوق کی ادئیگی پر یکساں زور دیتی ہے اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو یہ دنیا ہی بہشت بن جائے۔

اللہ تعالےٰ نے صرف قرآن پڑھنے کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو اپنانے پر بھی زور دیا ہے۔ ہمارے آقاؐ نے اس پر پورا عمل کر کے دکھایا۔ پھر آپؐ کے خلفائے راشدین نے بھی اسی کو مشعلِ راہ بنایا۔ آج بھی یہ کتاب اسی طرح قابلِ عمل ہے جس طرح اسلام کے دورِ اوّل میں تھی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآن کو پڑھیں سمجھیں اور اس پر عمل کریں کیونکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی میں ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

٦ رجنوری ١٩٦٧ء

٢٠

ٹیلیفون ٦٧٥٢٥

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٤٧

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (١) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/١٦٣٢١ مورخہ ١٣ مئی ١٩٥٦ء (٢) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٣٧-٢٢٨١ مورخہ ٧ ستمبر ١٩٥٦ء
(٣) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD٩-٢-٧٦٧/٩/٣٩ مورخہ ٢٤- اگست ١٩٦٤ء

روزوں کا الوداعی نغمہ

محترم حضرت مضطر گجراتی

پہنچے تم سب کو سلام اپنا، دنیا والو ہم جاتے ہیں
رحمت کا مہینہ ختم ہوا، دنیا والو ہم جاتے ہیں

ہر صبح پیام عرفاں تھی، ہر شام تجلّی ساماں تھی
ہمراہ لئے وہ صبح و مسا، دنیا والو ہم جاتے ہیں

ہم نے تو انہیں ہر نعمت دی، لوگوں نے ہماری قدر نہ کی
رُتبہ نہ ہمارا پہچانا، دنیا والو ہم جاتے ہیں

سوتے رہے جن کو سونا تھا، سونے ہی میں سب کچھ کھونا تھا
وہ ہو بھی چکا جو ہونا تھا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

اب کون اٹھانے آئے گا، اب کون جگانے آئیگا
اب پھر وہی راتیں اور سونا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

دنیائے دَنی مغرور رہی، قُربِ مولا سے دور رہی
ہم ہار رہے اس پر کیا کیا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

جبریل امینؑ جس کو لے کر اترے تھے رسولِ اکرمؐ پر
دہرا کے وہی پیغامِ ہدیٰ، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

معیارِ فضیلت ہے تقویٰ، تقویٰ سے شرف ہے انساں کا
ہاں یاد رہے یہ درسِ بقا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

ہم پورا ماہ مہمان رہے تم سے رب کے احکام کہے
اب اگلے برس ملنا ہوگا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

رکھنا تم یاد ان باتوں کو قرآن سنائے راتوں کو
جنت کا تمہیں دے کر مژدہ دنیا والو ہم جاتے ہیں

پیغام ہمارا یاد رہے دل عشقِ نبی سے شاد رہے
لب پر ہو تمہارے نامِ خدا، دنیا والو ہم جاتے ہیں

وہ عرش سے جلووں کی بارش انوارِ الٰہی کی تابش
دامن میں لئے وہ سیلِ ضیا، دنیا والو ہم جاتے ہیں

تم عید منانے جاؤ گے سامانِ مسرّت پاؤ گے
لیکن نہ ملے گا اپنا پتا، دنیا والو! ہم جاتے ہیں

جلووں کا سماں روپوش ہوا، سازِ رحمت خاموش ہوا
مضطر کا سنا کر یہ نغمہ، دنیا والو! ہم جاتے ہیں